حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ

بڈھا کھیڑا کا ہر باسی حزن و ملال کی تصویر بنا ہوا تھا۔ سب ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے مگر کچھ کہنے کا یارانہ تھا۔ آخر کہتے بھی تو کیا کہ آج ان کا ہادی و رہبر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا ہے۔ حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا جبہ مبارک سامنے پڑا تھا اور وہ انہیں حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اسی اثناء میں بہت سے لوگ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ وہاں پہنچے تو بغیر کچھ کہے سنے نعش مبارک کو اٹھا کر کرنال لے آئے جو بڈھا کھیڑا سے پانچ میل کے فاصلے پر تھا اور تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے۔ ابھی وہ اس کام میں مصروف ہی تھے کہ پانی پت سے حضرت مولانا قاری سید سراج الدین مکی رحمتہ اللہ علیہ جن سے قلندر صاحب نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور قرآن پاک حفظ کیا تھا چند بزرگوں کی معیت میں وہاں پہنچے۔ نعش مبارک کا مطالبہ کیا اور کہا کہ بوقت وصال قلندر صاحب نے بذریعہ کشف

فرمایا تھا کہ میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں لہٰذا مجھے پانی پت میں حضرت مبارزخان رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں دفن کر دیں۔ مگر اہل کرنال نہ مانے سب کی تمنا تھی کہ آپ کا مزار پاک ان کے ہاں بنے تا کہ فیض رسانی کر سکیں۔ جھگڑے نے طول کھینچا تو حضرت بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ حضرت سراج دین مکی رحمتہ اللہ علیہ کے خواب میں اور فرمایا کہ سب سے کہیں کہ صندوق بنوا کر ہمارے پاس رکھ دیئے جائیں اور انہیں کوئی کھول کر نہ دیکھے۔ ہم جہاں چاہیں گے چلے جائیں گے۔ چنانچہ بڈھا کھیڑا کرنال اور پانی پت کے لوگوں نے تین صندوق بنوا کر آپ کے پاس رکھ دیئے صبح کے وقت ہر کوئی اپنا اپنا صندوق اٹھا کر لے گیا۔ صندوق پہلے کی نسبت وزنی تھے لہٰذا سب نے خوشی خوشی لے جا کر دفن کر دیا لیکن پانی پت دور تھا لوگوں کو وہاں پہنچتے پہنچتے دیر ہو گئی' حاکم وقت حضرت قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے بے چین تھا۔ اس کے اصرار پر صندوق کھولا گیا تو آپ اس طرح لیٹے تھے جیسے خنداں بہ لب ہوں۔

حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شیخ سالار فخرالدین ہمدان کے رہنے والے تھے۔ ابھی بہت چھوٹے تھے کہ قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور پھر سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے تھے۔ آپ پر ہمیشہ عشق کا غلبہ رہتا تھا۔ طبیعت بڑی حساس تھی۔ جب کسی حسین و خوب صورت چیز کو دیکھتے تو طبیعت خلوق کی طرف رجوع ہو جاتی اور مجاز میں حقیقت کا رنگ نظر آنے لگتا تھا۔ ایک دن قلندروں کی جماعت کے ہمراہ ایک حسین و جمیل لڑکا وارد ہمدان ہوا۔ آپ کو اس سے دلی لگاؤ اور انس ہو گیا۔ جب قلندروں کی جماعت وہاں سے جانے لگی تو آپ بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ قلندروں نے جب دیکھا تو کہنے لگے اگر ہمارے ساتھ رہنا ہے تو ہماری شکل و صورت اختیار کرنا پڑے گی۔ چنانچہ آپ نے فوراً اپنی ابروؤں کا صفایا کرا دیا اور ساتھ ہو لئے۔

جب قلندروں کی جماعت مختلف شہروں اور قصبوں سے ہوتی ہوئی ملتان پہنچی تو حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ نے نظرباطن سے دیکھ لیا کہ نوجوان سالار فخرالدین ابراہیم عراقی غلط راستے پر جارہا ہے اور اس کے عشق مجاز کو عشق حقیقی میں بدل دینے کی ٹھان لی۔ جب قلندروں کا قافلہ ملتان سے روانہ ہوا تو آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی اور آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا اسی وقت زور کی آندھی اٹھی جس نے سارے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور چہار اکناف اندھیرا پھیل گیا۔ قلندروں کی جماعت منتشر ہو گئی اور نوجوان فخرالدین عالم پریشانی میں حضرت بہاؤالحق زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کی طرف نکل آیا آپ اسی کے منتظر تھے۔ اس نوجوان کو اپنے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا تو حضرت مولانا فخرالدین کے دل سے نوجوان کی محبت حرف غلط کی طرح مٹ گئی اور عشق الٰہی سے سینہ معمور ہو گیا۔ آپ نے اسے علیحدہ حجرہ عطا فرمایا اور روحانی تربیت فرمانے لگے اور پھر آپ نے اپنی دختر نیک اختر اس کے عقد میں دے دی اور خرقہ خلافت بھی عطا فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کی زوجہ محترمہ اس جہاں سے رخصت فرما گئیں تو حضرت مولانا سالار فخرالدین ابراہیم عراقی ہمدان تشریف لے گئے۔ ان دنوں وہاں سید الساوات حضرت نعمت اللہ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنی ہمشیرہ حافظ جمال سے ان کی شادی کر دی جو حافظ قرآن تھیں اور دن کے اکثر حصہ میں تلاوت کرتی رہتی تھیں۔ حضرت حافظ جمال رحمتہ اللہ علیہ کے بطن سے شیخ نظام الدین متولد ہوئے۔ جب شیخ نظام الدین بڑے ہوئے تو بغرض تجارت پانی پت تشریف لائے جس سے خوب نفع حاصل ہوا۔ چنانچہ آپ اپنے والدین کو پانی پت لے آئے۔ یہاں ۶۰۵ ہجری میں حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ عالم رنگ و بو میں تشریف لائے آپ والدہ ماجدہ کا دودھ پیتے تھے نہ آنکھیں وا کرتے تھے بلکہ ان کے آنسو بہتے رہتے تھے۔ آپ کے والدین کو تشویش لاحق ہوئی لیکن اچنبھے کی بات تھی کہ آپ کی

صحت پر کوئی منفی اثر مرتب نہیں ہوا اس طرح چالیس دن بیت گئے۔

ایک دن آپ کے والدین اداس و ملول بیٹھے تھے کہ مکان کے دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ کے والد ماجد نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک نورانی چہرے والا بزرگ کھڑا تھا۔

"اے شیخ! مبارک ہو آپ کا صاحبزادہ مقرب بارگاہ صمدیت اور عاشق الٰہی ہے۔ میں ان کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت مولانا سالار فخرالدین ابراہیم عراقی اندر تشریف لے گئے اور صاحبزادے کو لا کر ان کی گود میں دے دیا۔ اس بزرگ نے بچے کی پیشانی پر بوسہ دیا تو اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

"اس عاشق الٰہی کی حفاظت کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔"

ان بزرگ نے بچے کو پکڑاتے ہوئے کہا اور واپس تشریف لے گئے۔

حضرت بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے جن کا شجرہ نسب گیارھویں پشت میں تاجدار فقہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا قاری سید سراج الدین مکی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی اور حفظ قرآن کی نعمت سے بھی سرفراز ہوئے۔ تکمیل تعلیم دینیہ کے لئے آپ دہلی تشریف لے گئے۔ ان دنوں قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمتہ اللہ علیہ کی درس گاہ کا دور و نزدیک شہرہ تھا۔ آپ وہاں حاضر ہوئے تو حضرت قطب الاقطاب رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں محبت و شفقت سے اپنے سینے مبارک سے لگایا اور بصد شوق انہیں علم سے بہرہ ور فرمانے لگے۔ سلوک کی منازل بھی طے کرانے لگے اور پھر انہی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ خواجگان میں شریک ہو گئے۔

آپ بڑے ذہین و فطین تھے۔ کسی چیز کو سرسری نظر سے بھی دیکھ لیتے تو

ازبر ہو جاتی تھی۔ فقہی مسائل، حدیث و تفسیر اور صرف و نحو میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ جید علمائے وقت آپ کے گرویدہ تھے۔ توحید کے نکات پر جب اپنی زبان گوہر فشاں کو جنبش دیتے تو علمیت اور رموز و اسرار کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا۔ آپ دنیائے علم میں منفرد و یگانہ تھے۔ چالیس سال آپ ترویج علوم دینیہ اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہے۔ درس و تدریس کے ہم آہنگ کتب بھی تصنیف فرمائیں جن میں سے زیادہ مشہور رسالہ سرالعشق، رسالہ سلوک، رسالہ عشقیہ، اسرارالعاشقین، رباعیات وغیرہ ہیں۔ کبھی کبھار عربی اور ہندی میں بھی اشعار کہا کرتے تھے، دیوان قلندر بھی مرتب کیا تھا۔

حضرت بو علی قلندر پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے معرفت الٰہی اور اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑے مجاہدات کئے۔ عبادت و ریاضت کے لئے جنگل کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر عالم استغراق میں کتنا ہی عرصہ گزر جاتا تھا۔ مشاہدہ حق میں اس قدر غریق ہو جایا کرتے تھے کہ پھر کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ استغراق کی ایسی کیفیت طاری ہو گئی جو کئی سال تک جاری رہی۔

ایک دن حضرت شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ، حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ عبادت الہیہ کا ذکر چھڑ گیا، آپ نے فرمایا کہ عاشق الٰہی شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ کی طرح عبادت کرنی چاہیے۔ حضرت شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو حضرت قلندر صاحب کی زیارت کے لئے درس گاہ تشریف لے گئے اور کافی دیر راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے۔

فرید آباد دہلی سے چار میل کے فاصلے پر تھا جس کے قریب بہت بڑا گھنا جنگل تھا۔ آپ اکثر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن جانے لگے تو حضرت شیخ شہاب الدین بھی آگئے ہمرکابی کے لئے درخواست کی تو حضرت بوعلی قلندر رحمتہ

اللہ علیہ نے فرمایا۔
"آپ کو اختیار ہے۔"
اور خود چل پڑے۔ لیکن حضرت شیخ شہاب الدین نہ جاسکے۔ جب ایک پہر رات بیت گئی تو جنگل میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ نورانی برج زمین تا آسمان کھڑا ہے اور اس کے ہر پہلو سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ایسا روح پرور نظارہ کب دیکھا تھا حیران و ششدر رہ گئے۔ قریب جا کر دیکھا تو ورطہ حیرت میں ڈوب گئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت شرف الدین قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا سر مبارک تکلے کی نوک پر ہے آپ کے ہر بن مو سے خون کے قطرے جاری ہیں جن سے نورانی کرنیں نکل کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچی ہوئی تھیں۔ جب قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ ذکر و شغل سے فارغ ہوئے تو دونوں عشاق دیر تک بیٹھے عارفانہ اور عشق الٰہی کے متعلق گفتگو فرماتے رہے اور پھر واپس لوٹ آئے۔

غیاث الدین بلبن بزرگان دین کا بڑا مداح، گرویدہ اور عقیدت مند تھا۔ اسے حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر شرف نیاز کے لئے حاضر ہوتا رہتا تھا اور آپ کی غلامی کا دم بھرتا تھا۔ حضرت صاحب بھی بادشاہ کو بڑا عزیز تصور کرتے تھے۔ آپ ہی کی دعا برکت تھی کہ تمام راجپوتوں پر بلبن کا جاہ و جلال طاری تھا اور اس کے خلاف سر اٹھانے کی جرات نہیں کرتے تھے۔ ایک دن سلطان بلبن خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ آپ نے دریافت فرمایا۔
"سلطان! یہاں کتنے دن رہو گے۔"
"چار دن" سلطان بلبن نے جواب دیا جو ان دنوں پانی پت میں آیا ہوا تھا۔ آپ نے سنا تو فرمایا۔
"نہیں چار سال۔"

سلطان بڑا فہیم و دانشور تھا سمجھ گیا کہ عمر کے چار سال باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ جب واپس دہلی آیا تو خزانے کا منہ کھول دیا اور غرباء، مساکین اور حاجت مندوں میں روپیہ تقسیم کرنے لگا تاکہ عمر مستعار کے دوران زیادہ سے زیادہ نیکیاں توشہ آخرت بن سکیں۔

آپ کو بو علی کیوں کہتے ہیں ؟ اس کے متعلق مختلف روایات کتب میں مذکور ہیں لیکن زیادہ مشہور یہی ہے جیسا کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے شرف الدین کو مرید کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا جن کے روحانی فیض سے آپ متمتع و مستفیض ہوئے۔ جس سے آپ کی رگ و پے میں بوئے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرایت کر گئی۔ اپنے دیوان کی ایک غزل کے مقطع میں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

بو علی لامائیم و مولا علیؓ
بو علی باشد علیؓ مولائے ما

آپ کے ہمعصر اور بھی بڑے پائے کے بزرگ موجود تھے، جن میں حضرت نظام الدین اولیاء، محبوب الٰہی، حضرت امیر خسرو، مولانا شمس الدین تبریزی، مولانا جلال الدین رومی، حضرت شمس الدین ترک، شیخ احمد یحییٰ سہروردی منیری رحمتہ اللہ علیہم بڑے مشہور تھے۔ لیکن حضرت شرف الدین بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی شان محبوبیت کے بڑے گرویدہ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ بھی حضرت قلندر صاحب کی بزرگی و درجات کے بڑے قائل تھے۔ ایک مرتبہ آپ مراقبہ سے فارغ ہوئے تو ایک شخص کو دست بستہ کھڑے پایا، قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ حضور بخارا سے مرشد کامل کی جستجو میں آیا ہوں۔ دہلی پہنچا تو آپ کا سنا تو یہاں آ گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ دہلی میں محبوب الٰہی حضرت نظام الدین

اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کیوں نہیں حاضر ہوئے؟ بولا۔

"حضور! ان کے دراقدس پر حاضر ہوا تھا وہاں سب لوگ ذکر و عبادت میں مصروف تھے کسی کو ری خبر نہ ہوئی' میں اس حجرے کی طرف نکل گیا جو حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی مخصوص نشست گاہ تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حجرے کی چھت نہیں۔ زمین تا آسمان نور ہی نور ہے' ایک نوجوان جو بے حد حسین و جمیل تھا بڑا خوب صورت لباس زیب تن کئے بیٹھا تھا اس کے سامنے ایک دلہن سرخ لباس پہنے ناز و انداز کے ساتھ دو زانو بیٹھی تھی۔ جب یہ نظارہ دیکھا تو اس خیال سے بھاگ کھڑا ہوا کہ شاید کسی امیر کا مکان ہے۔"

قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنا تو کیفیت میں آ گئے۔ حاضرین کو بلا کر کہا کہ اس شخص کی زیارت کرو جو محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی شان محبوبیت دیکھ کر آیا ہے اور پھر اس شخص سے فرمایا۔

"بھائی جاؤ انہی کی خدمت میں پہنچ جاؤ۔"

آپ نے درس و تدریس سے لے کر اپنی ایک سو تیس سالہ عمر کے آخر تک تبلیغ کا کام کیا۔ اس دوران میں پانی پت کے کئی راجپوت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ علمائے حق شناس اور سرخیل طریقت تھے۔ مسلک صلح کل اور انسان دوستی تھا۔ افتراق و تعصب سے پاک تھے۔ سماع کے بڑے دلدادہ تھے۔ منکرین سماع کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ کانوں سے بہرے اور عشق یار سے ان کے سر خالی ہیں۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاں اولاد نہیں تھی اس کے ہاں مبارک خان حضرت قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ پانی پت میں آپ کے پاس ہی رہتا تھا جب کوئی حاجت مند آتا تو مبارک خان آپ کے کندھوں پر سوار ہو جاتا اور ضد کرتا کہ سائل کی حاجت پوری کی جائے۔ آپ اس کی بات کو رد نہیں فرماتے تھے کیونکہ اس نے شہزادگی چھوڑ کر درویشی کی راہ اختیار کی تھی۔

آپ جب علم ظاہری و باطنی سے فارغ ہوئے تو آپ کے والد گرامی حضرت مولانا بسالار فخر الدین عراقی رحمتہ اللہ علیہ نے بیٹے کو شادی کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے آزادی سے پابندی کی طرف کیوں گھسیٹتے ہیں۔ چراغ سے چراغ ضرور روشن و تابندہ ہو گا اور بفضل ایزدی ایسا روشن کروں گا جس کی روشنی حشر تک نہ بجھے گی۔ آپ نے درست فرمایا تھا۔ آپ کی روحانی اولاد کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور صدا جاری و ساری رہے گا۔

خلفاء میں شہزادہ حضرت مبارک خان، مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء، مولانا شاہ اختیار الدین اور شیخ قلندر زندہ پیر رحمتہ اللہ علیہم وغیرہ ہوئے تھے۔ آپ کے بعد از وصال ۷۲۴ ہجری میں موخر الذکر مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ عشق و وفا میں بڑے صادق تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر میرا خون بھی کر دیا جائے تو بارگاہ رب العزت میں میرا سر خم ہی رہے گا اور میرے ہر قطرہ خون سے وفا کا نقش ابھرے گا۔ مقام عشق کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ اس راہ میں مشکلات و مصائب بھرے پڑے ہیں۔ ایک ایک قدم پر بے شمار پرخطر منازل ہیں۔ اگر کسی کے پاس دولت شوق اور طلب صادق نہ ہو تو اسے وادی عشق میں قدم نہیں رکھنا چاہیے۔

آپؒ کا عرس ہر سال ۹ تا ۱۳ رمضان المبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے مشائخ و بزرگ و عقیدت مند آستانہ پر حاضری دیتے ہیں۔

آپ کی زندگی کے واقعات و احوال سے یہ سبق ملتا ہے کہ عمر ارشادت الٰہیہ کے تحت گزار دی جائے۔ اللہ کی مخلوق کو رجوع الی اللہ کی تلقین و نصیحت کی جائے جیسے کہ اس کا فرمان ہے کہ سب سے ٹوٹ کر مجھ سے مل جاؤ۔ علاوہ ازیں ہمیں افتراق و تعصب سے بہر حال گریزاں رہنا چاہیے۔ صلح جوئی اور انسان دوستی کا درس دینا چاہیے اور یہ سب باتیں عشق الٰہی سے ہی میسر آسکتی ہیں۔